بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

پاکستان کی نظریاتی اساس

IDEOLOGICAL BASIS OF PAKISTAN

نظریہ کا مفہوم، ماخذ اور اہمیت

(الف) نظریے کا معنی و مفہوم:

لفظ آئیڈیالوجی (Ideology) اصلاً فرانسیسی لفظ ہے۔ یہ دو اجزا یعنی ''آئیڈیا'' اور ''لوجی'' سے مل کر بنا ہے۔ کوئی بھی نظریہ یا آئیڈیالوجی زندگی یا ثقافت کے بارے میں تصورات کی منظّم اور باقاعدہ شکل کا نام ہے۔ کوئی بھی نظریہ اعلیٰ اور موثر ذہنوں کا حاصل اور اختراع بھی ہوسکتا ہے یا یہ الہامی رہنمائی کے نتیجے میں بھی پیدا ہوسکتا ہے۔

نظریہ کا لفظ عام طور سے زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ تمام انسانوں کے سوچنے کے انداز منفرد ہوتے ہیں۔ اس سے انسانی زندگی کا ایک ایسا نظام وجود میں آتا ہے جس کے لازمی اجزاء میں اعتقادات، نظریات اور حیاتِ انسانی کے مقاصد شامل ہیں۔ یہ کسی بھی معاشرے کی ایسی تسلیم شدہ شکل ہے کہ جس میں اس کے افراد کے اعتقادات، رسوم رواج اور مذہبی رسوم مشترکہ ہوں۔

دوسرے معاشروں کے مقابلے میں اسلامی معاشرہ اس طرح بالکل منفرد اور یکتا ہے کیوں کہ اس کا ماخذ، اصول اور نظریات قرآنِ مجید اور سنّت سے حاصل کیے گئے ہیں۔ اسلام ایک آفاقی دین اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس کی تعلیمات رنگ اور نسل کے تمام امتیازات کو مٹا دیتی ہیں اور اس کے ماننے والوں کو ابدی و دائمی بھائی چارے کے بندھن میں باندھ دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس معاشرے کے افراد کے خیالات، افعال و اعمال اور رسوم و رواج اسلام کے اصولوں کے مطابق ہونے چاہییں۔ اسلامی معاشرے کے تمام اصول، قاعدے اور قوانین اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرتب کیے جاتے ہیں۔ تمام افراد اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اپنی زندگیاں اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق بسر کریں۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ اسلامی معاشرہ احکامِ الٰہی سے مزیّن ہے کہ جس میں احترامِ انسانیت، برداشت، عدل و انصاف، اخوّت اور بقائے باہمی کو اوّلیت حاصل ہے۔

(ب) نظریے کا منبع و ماخذ:

کسی بھی نظریے کے فروغ کا انحصار افراد کے خلوص لگن اور وفاداری اور وابستگی پر ہوتا ہے۔ اسلامی نظریہ افراد کے ذہنوں پر اسی طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ اسلام کے ابدی اصولوں پر اُن کا ایمان اور پختہ ہوتا ہے۔ اسلامی نظریہ کا سر چشمہ قرآن مجید، سنّت رسولؐ اور اسلامی تعلیمات کے مطابق رسوم ورواج ہیں۔

(i) قرآنِ مجید:

قرآنِ مجید اسلام کی ابدی اساس ہے۔ اس سے لوگوں کے معاشرتی اور معاشی قوانین کے سلسلے میں مفصل ومکمل رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ جس کی بدولت انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر زندگی خوشگوار، پُرامن اور بامقصد ہوجاتی ہے۔

(ii) سنّتِ رسولؐ:

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی احکام کو اپنے اقوال وافعال سے واضح فرمایا ہے۔ قرآن کی تعلیمات کی مفصل تشریح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتی ہے جو اسلامی اصول وقوانین کا بنیادی سر چشمہ ہے۔ سنت ایک عربی اصطلاح ہے۔ اِس کے لفظی معنی ایسا راستہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔ قرآنِ مجید اسلامی اصولوں کے بنیادی خدو خال بیان کرتا ہے لیکن اُن کی تشریح اور وضاحتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں ملتی ہیں۔ اسلام کے بنیادی ارکان یعنی نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کی تفصیلات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

(iii) رسوم ورواج:

مختلف علاقوں میں پائے جانے والے ایسے رسوم ورواج اور ثقافتی اقدار جو اِسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہوں، مسلمانوں کو اجازت ہے کہ اُس مخصوص خطے یا علاقے میں انھیں اختیار کر سکتے ہیں۔ ان میں میلے، اجتماع اور دیگر تقریبات شامل ہیں۔

(ج) نظریے کی اہمیت:

مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر نظریے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

(i) یہ افراد کے افکار اور خیالات کا عکاس ہوتا ہے۔ اور اُن کے رہن سہن، اُن کی سوچ، طرزِ فکر اور معاشرتی مراسم متعین کرتا ہے۔

(ii) یہ لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتا ہے اور قومی اتحاد کا سر چشمہ بنتا ہے۔

(iii) وہ تمام حرکات وسکنات کے لیے قوتِ محرکہ ہے۔ کسی نظریے کے زیر اثر افراد کسی خاص مقصد کے لیے دل سے اپنا

سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔

(iv) کسی بھی ایماندار، دیانتدار اور مسلّمہ قیادت کے زیرِ اثر یہ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے جدوجہد پر اُبھارتا ہے اور معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے قوّتِ محرکہ کا کام سرانجام دیتا ہے۔

(v) رہنماؤں کے انتخاب میں نظریہ ایک بصیرت بھی پیدا کر دیتا ہے اور اس سے درست فیصلے کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

(vi) اس سے آزادی، ثقافت اور رسوم و رواج کو برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ اسلامی نظریہ اُن اسلامی اقدار کا عکاس ہے جن کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی اور عمل کر کے دکھایا۔

2۔ نظریہ کے ارکان:

نظریے کے بنیادی ارکان حسب ذیل ہیں۔

(i) **مشترکہ مذہب:** مذہب اقوامِ عالم کے لیے اتحادی قوت ہے۔ تمام اقوامِ عالم اپنے مذاہب کی بنیاد پر شناخت کی جاتی ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم ایک دوسرے سے جدا ہیں کیوں کہ اِن کے عقائد مختلف ہیں۔

(ii) **مشترکہ ثقافت:** عام طور سے ایسے افراد جن کی مشترکہ ثقافت ہوتی ہے۔ اُن کا طرزِ زندگی بھی یکساں ہوتا ہے اور عام طور سے وہ اپنے رسم و رواج میں کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے ہیں۔

(iii) **مشترکہ مقصد:** جب لوگوں کا مقصد مشترکہ ہوتا ہے تو وہ متحد ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان کا حصول جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کا مشترکہ مقصد تھا۔ اس نے اُنھیں نظریہء پاکستان کے تحت باہم متحد کر دیا تھا۔

(iv) **پُرخلوص وابستگی اور عہد و پیمان:** کسی اعلیٰ مقصد کے لیے افراد کی پرخلوص وابستگی اور عہد سے نظریہ کو تحریک ملتی ہے اور اُس کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں نے آزادی کے حصول اور مسلم ریاست کے قیام کے مشترکہ مقصد کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا اور اِس مقصد کے لیے انھوں نے سب کچھ قربان کر دیا۔

3۔ نظریہء پاکستان کی اساس:

نظریہء پاکستان کی اساس جنوبی ایشیا کے اُن مسلمانوں کی فکر اور فلسفے پر ہے جو ایک اسلامی معاشرے کے دوبارہ قیام کے خواہش مند تھے۔ اسلامی نظریے کے بنیادی اجزا حسبِ ذیل ہیں۔

(i) عقیدۂ ایمان:

نظریہ پاکستان کی اہم خاصیت توحید، رسالت، فرشتوں، یومِ آخرت اور تمام الہامی اور آسمانی کتب پر ایمان ہے۔ مسلمانوں کے اِس ایمان کے سب سے اہم اور ضروری پہلو اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کامل یقین ہے۔ قرآن الہامی کتاب ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً 23 برسوں میں نازل ہوا اور جو تمام انسانیت کی رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ اس طرح مسلمان ایک علیٰحدہ اُمّت ہیں۔ توحیدِ الٰہی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں رسالت کی تکمیل اسلامی نظریے کی سب سے اہم بنیادیں ہیں۔

(ii) معاشرتی معاملات:

اسلامی کے معاشرتی نظام میں باہمی تعلقات اور معاملات بہت اہم مقام رکھتے ہیں۔ عدل وانصاف واحسان اِسلام کے معاشرتی نظام کے نمایاں پہلو ہیں۔ اسلام میں رنگ ونسل ومذہب کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں ہے۔ عدل وانصاف واحسان کے رہنما اصول نظریہء پاکستان کی بنیادیں ہیں۔

4۔ اسلام میں جمہوریت کے اصول:

اسلام میں جمہوریت کا تصور باقی دنیا سے علیٰحدہ ہے۔ اسلامی معاشرہ اِس پر کامل ایمان رکھتا ہے کہ اِس پوری کائنات پر اقتدارِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ کا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی اِس پوری کائنات کا حاکمِ اعلیٰ ہے۔ عوام کے نمائندے صرف اُن حدود کے اندر طاقت استعمال کر سکتے ہیں جو اسلام نے عائد کر دی ہیں۔ حکومت اور مجلس مقننہ (قانون ساز اسمبلی) کو لامحدود اختیارات حاصل نہیں ہوتے ہیں۔ تاہم عوام کو اِس امر کی پوری آزادی ہوتی ہے کہ وہ ریاست کے معاملات کو چلانے کے لیے اللہ سے ڈرنے والے صالح اور متقی و پرہیزگار افراد کو منتخب کریں۔ خلفائے راشدین بہترین، صالح اور درست آراء رکھنے والوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ اس طرح کے مشیروں کو ملا کر شوریٰ (مشیران کی مجلس) تشکیل دی جاتی تھی۔ اسلام میں کسی بھی شخص کو (سوائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) عقلِ کُل نہیں سمجھا جاتا ہے۔ صرف اللہ کا حکم اور اُس کی مرضی نافذ و جاری وساری ہونی چاہیے۔ جن لوگوں کو اقتدار ملتا ہے، اُس وقت تک عوام کا اعتماد حاصل کر سکتے ہیں جب تک وہ اسلام کے قوانین کی پیروی کرتے ہیں۔ اِسی سے اسلام میں جمہوریت کا تصور واضح ہوتا ہے۔ اسلام میں جمہوریت کے اصول درجِ ذیل ہیں۔

(i) عدل وانصاف:

عدل کے لفظی معنی یہ ہیں کہ صحیح چیز کو صحیح جگہ پر رکھنا۔ یہ قانونِ الٰہی کی اصل بنیاد ہے، زندگی کا کوئی بھی پہلو عدل

کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔ یہ عدل وانصاف ہی ہے جس کی بناء پر کوئی معاشرہ پُر امن اور خوشحال ہوسکتا ہے۔ صرف عادلانہ نظام میں ہی کسی ایک فرد کے کردار کی تعمیر وتشکیل اور اجتماعی بہتری ممکن ہے۔ قرآنِ حکیم عدل قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔

ایک ایسا معاشرہ جس میں عدل کو فوقیت اور برتری حاصل ہوتی ہے اُس میں ہمیشہ اتحاد واتفاق، محبت والفت، خلوص اور امن پایا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، عدل قائم کرو اللہ کی رضا کے لیے شہادت کو قبول کرو خواہ یہ خود تمہارے خلاف ہو، خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور لوگوں سے نفرت تمہیں انصاف کرنے سے نہ روکے''۔ اسلام کے عدالتی نظام میں افراد کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

(ii) مساوات:

اسلام انسانوں کے درمیان مساوات کا علمبردار ہے۔ اسلام رنگ، نسل، زبان، عقیدہ، ثقافت اور امارت وغربت کی بنیاد پر ہر قسم کے امتیاز اور تفریق کی نفی کرتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا سماجی ومعاشی نظام قائم کیا تھا جس میں امیر وغریب کے امتاز کو مٹا دیا گیا تھا۔ صرف چند ہاتھوں میں دولت کے ارتکاز کو زکوٰۃ کا نظام قائم کر کے ختم کر دیا گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ: ''تمام اِنسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ اسلام میں فوقیت اور برتری کی بنیاد تقویٰ ہے۔''

اسلام میں لوگوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ سوائے اُن کے جو تقویٰ (پرہیز گار اور خوف خدا) اختیار کرتے ہیں۔ قانون کی نظر میں تمام اِنسان برابر ہیں۔ غریب ہو یا امیر قانون کے سامنے سب برابر کے جوابدہ ہیں۔ شریعت اسلامی (ضابطۂ قوانین اسلامی) قانونی عدل وانصاف مہیا کرتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے تمام افراد کو قانونی تحفظ حاصل ہے اور اُنہیں سماجی تحفظ حاصل کرنے کے لیے مساوی مواقع حاصل ہیں۔

(iii) اُخوّت:

اُخوّت کے معنی بھائی چارہ کے ہیں۔ قرآنِ مجید کے الفاظ میں ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ'' (مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں)۔ اخوت کا اصول اسلامی معاشرے کا ایک اہم پہلو ہے۔ بھائی بھائی ہونے کی حیثیت سے وہ ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ اور خوشی وغم میں شریک ہوتے ہیں۔ اُخوت اور بھائی چارے کا احساس، محبت والفت، باہمی تعاون، بے لوث خدمت اور قربانی کے جذبات کو ابھارتا اور فروغ دیتا ہے۔ اس طرح معاشرہ تمام لوگوں کے لیے پُر امن اور پُر آسائش بن جاتا ہے۔ اخوت وبھائی چارہ کا عظیم مظاہرہ مسلمانوں کی مکہ سے مدینہ ہجرت کے موقع پر نظر آیا تھا۔ اہلِ مدینہ (انصار) نے

نہ صرف اُن (مہاجروں) کو خوش آمدید کہا بلکہ اپنی تجارت اور جائیداد میں اُنھیں حصہ دار بنالیا۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اپنے مسلم بھائی کو تکلیف پہنچانے کا ذریعہ نہیں بنتا ہے۔'' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ دیا کہ'' آپس میں تحائف کا تبادلہ کیا کرو۔ اس سے محبت اور الفت پھیلتی ہے۔'' مختصر یہ کہ ایک مسلمان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے کسی قسم کی کدورت نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی حسد کرنا چاہیے۔ اسلام تو غیر مسلموں کے خلاف سازش کرنے اور بُرے خیالات رکھنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔

(iv) رواداری:

رواداری اور برداشت بہت عظیم نیکیاں ہیں جو انسان کو مشکل اور دشواری سے بچاتی ہیں اور دوسروں سے پیار و محبت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ لوگوں کے درمیان سماجی تعلقات قائم کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ باہمی جھگڑوں سے بچنے کے لیے رواداری بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی وجہ سے اخوت اور امن کا ماحول فروغ پاتا ہے اور اِنسانی رشتوں میں استحکام آتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے رواداری کا درس دیا ہے۔ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے جائز حقوق کا احترام کیا جاتا ہے اور اُنھیں مکمل تحفظ مہیا کیا جاتا ہے۔ اس لیے ایسے افراد پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے جو اپنے خیالات اور نظریات کو زبردستی دوسروں پر مسلط کرنا چاہتے ہیں اور دوسروں کے جذبات مجروح کرتے ہیں۔

5۔ نظریہء پاکستان علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے ارشادات کی روشنی میں:

علامہ اقبالؒ (1877ء تا 1938ء) اور قائداعظمؒ (1876ء تا 1948ء) کے نظریہء پاکستان کے بارے میں کئی بیانات ہیں۔ علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ نے برصغیر کی مذہبی، سیاسی اور معاشرتی حالت کا بہت باریک بینی سے مشاہدہ کیا تھا اور اِس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہندو اور مسلم باہم مل کر نہیں رہ سکتے اور جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مادرِ وطن اِنتہائی ضروری ہے۔ اپنے خطابات، تقاریر اور بیانات میں اُنھوں نے نظریہء پاکستان کی کھل کے وضاحت کی اور اُس پر سختی سے زور دیا۔ نظریہء پاکستان کے بارے میں اُن کے عوامی خطابات اور تقاریر سے جدوجہدِ پاکستان کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔

(i) علامہ اقبالؒ کے ارشادات:

عظیم مفکر، فلسفی اور شاعرِ اسلام علامہ اقبالؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست کے لیے سختی سے آواز اُٹھائی۔ الٰہ آباد میں دسمبر 1930ء میں منعقد ہونے والے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں آپ نے صدارتی خطبہ دیا، جو عام طور سے خطبہ الٰہ آباد کے نام سے معروف ہے۔ اپنے خطاب میں آپ نے مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کے تصور کی وضاحت کی۔ علامہ اقبالؒ نے اِس بات پر زور دیا کہ اِس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ برصغیر میں ایسے لوگ آباد ہیں جو مختلف زبانیں بولتے ہیں اور مختلف مذاہب کے پیروکار ہیں۔ اور مختلف ثقافتوں اور تہذیبوں کی نمائندگی کرتے ہوئے، اِن کی مختلف تہذیبی اور ثقافتی شناخت ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا ''ہندوستان ایک ملک نہیں بلکہ ایک برصغیر ہے جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ آباد ہیں۔ مسلمان قوم کا اپنا جداگانہ مذہب اور تہذیبی شناخت ہے۔ تمام مہذب اقوام کو مسلمانوں کے دینی اصولوں اور ثقافتی اور معاشرتی اقدار کا احترام کرنا چاہیے۔''

اُنھوں نے مزید فرمایا کہ:

''مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان ضم ہو کر ایک ریاست بنائیں گے۔ مضبوط اور مربوط شمال مغربی مسلم ریاست کا قیام کم از کم شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کی آخری منزل ہے۔''

علامہ اقبالؒ کا خطبہ تحریکِ پاکستان میں ایک سنگِ میل ثابت ہوا۔ قائداعظمؒ نے علامہ اقبالؒ کی سوچ اور فکر کا یہ کہہ کر اعتراف کیا کہ ''اقبال کے خیالات اور تصورات بنیادی طور پر وہی ہیں جو میرے ہیں اور برصغیر کے آئینی اور دستوری مسائل پر غور و غوض اور تجزیے کے بعد اِسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔

(ii) قائدِ اعظمؒ کے ارشادات:

قائداعظم محمد علی جناحؒ برصغیر کے مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں بہت فکرمند تھے۔ اُنھوں نے مسلم لیگ کی تشکیلِ نو کی اور اُس کو توانائی بخشی اور مسلمانوں کو اس کے جھنڈے تلے جمع کر دیا۔ نظریہء پاکستان کے بارے میں قائداعظمؒ کے خیالات اور تصورات بالکل صاف اور واضح تھے۔ اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ سے خطاب کے دوران آپ نے نظریہء پاکستان کے بارے میں اپنے خیال اور تصور کی اس طرح وضاحت کی کہ ''پاکستان کے لیے ہمارا مطالبہ صرف زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اسلامی اصولوں پر مبنی نظام پر عمل درآمد کر سکیں۔''

لاہور میں 23 مارچ 1940ء کے مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں قائداعظمؒ نے اسلامی ریاست کی نظریاتی

بنیادوں کی اِس طرح وضاحت کی کہ:

''ہندومت اور اسلام صرف دو مذاہب ہی نہیں بلکہ یہ دو معاشرتی اور مدنی نظام ہیں اور یہ سوچنا کہ ہندو اور مسلم مل کر ایک مشترکہ قوم بن سکتے ہیں صرف ایک خواب ہوگا۔ میں کھل کر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ دونوں اقوام دو مختلف تہذیبوں سے وابستہ ہیں اور اِن دونوں تہذیبوں کی بنیادیں اُن فلسفوں پر رکھی گئی ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔''

جنوری 1941ء میں قائدِ اعظمؒ نے مسلم قومیت کے علیٰحدہ تشخص کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ہندوستان کبھی بھی ایک ملک یا ایک قوم نہیں رہا۔'' قائد اعظمؒ کے مندرجہ ذیل الفاظ نظریہء پاکستان کی پوری وضاحت کرتے ہیں:

''پاکستان اُسی روز وجود میں آ گیا تھا جس روز ہندوستان میں پہلا غیر مسلم تبدیل ہو کے مسلمان ہو گیا تھا۔''

6۔ نظریہ اور قومی کردار:

کسی فرد کی عادات واطوار اور طرزِ زندگی کے مجموعے کو عام طور سے کردار سمجھا جاتا ہے اور اُس شخص کا نظریہ اُس کے کردار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ نظریے کی روشنی میں قومی کردار درجِ ذیل اخلاق واقدار سے تشکیل پاتا ہے۔

(i) نظریے پر پختہ یقین:

جب کوئی شخص اپنے قومی نظریے پر پختہ یقین نہیں رکھتا ہے تب تک اُس کا کردار قومی جذبے سے عاری رہتا ہے اور اُس کے اعمال وافعال قومی مفاد کے مطابق نہیں ہوں گے۔ اِس لیے ہمیں اسلامی اقدار کی روشنی میں اپنا کردار بنانا چاہیے۔ نظریہء پاکستان میں عوام کا پختہ یقین تھا جس کی وجہ سے اُنھوں نے ایک نظریاتی مملکت پاکستان کے حصول کے لیے اپنے جان و مال کی قربانیاں دیں۔ اِسی لیے ہمارا کردار ایک ایسے مسلمان کا عکاس ہونا چاہیے جو اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر کرتا ہے۔

(ii) سپردگی یا وقف کر دینا:

اس کے معنی ہے اپنے آپ کو کسی مقصد کے حصول کے لیے گہرے جذبے اور احساسِ فرض شناسی کے ساتھ مخصوص کر دینا۔ جو شخص قومی نظریے سے مکمل ہم آہنگ ہو کر کام کرتا ہے وہی صحیح معنوں میں قومی مفاد کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتا ہے۔ بحیثیت پاکستانی ہمارا کردار اُن اخلاق اور نیکیوں کا عکاس ہونا چاہیے جو اسلامی طرزِ زندگی سے پیوست ہیں۔

(iii) ایمانداری اور دیانتداری:

ایمانداری اور دیانتداری ایک ایسی صفت ہے جس کا تمام معاشروں میں اعتراف کیا جاتا ہے۔لوگوں کو نیک زندگی گزارنا چاہیے اور اپنے قول وفعل سے ایمانداری اور راست بازی کی عکاسی کرنی چاہیے۔تجارت ہو یا زندگی کے دوسرے میدان، لوگوں سے معاملات کرتے وقت یہ ایمانداری نظر آنی چاہیے۔اسلام نے بڑے سخت الفاظ میں ایمانداری پر زور دیا ہے۔قیام پاکستان کے ابتدائی سالوں میں زندگی کے تمام شعبوں میں اس کے عوام کی ایمانداری اور دیانت داری پیوست تھی جس نے ملک کو اپنے قدموں پر کھڑا ہونے میں مدد کی۔

(iv) حُبّ الوطنی:

کسی بھی شخص کی اپنے وطن سے محبت اور اس کے لیے قربانی کا اندرونی جذبہ اور خلوص حب الوطنی کہلاتا ہے۔کسی آزمائش کے وقت یا آزادی کو اگر خطرہ ہو تو اُس وقت لوگ اپنے قومی کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بھارت کے خلاف 1965ء کی جنگ کے دوران پاکستانیوں نے حب الوطنی کے جذبے کا زبردست مظاہرہ کیا تھا جو دراصل اُن کے قومی کردار کا مظہر تھا۔

(v) محنت اور مشقّت:

قومیں اُس وقت ترقی کرتی ہیں جب اُس کے افراد سخت محنت ومشقت کرتے ہیں۔اِس کے لیے احساسِ فرض شناسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترقی یافتہ اقوام اِس لیے خوشحال اور ترقی یافتہ بن سکی ہیں کیوں کہ اُن کے عوام میں شدید احساسِ فرض شناسی وذمہ داری پایا جاتا ہے۔کسی بھی ملک کے وسائل اُس کے افراد کی سخت محنت کی بدولت ہی ترقی اور خوشحالی کا روپ دھارتے اور نشو ونما پاتے ہیں۔

(vi) قومی مفاد:

کسی بھی شخص کے ذاتی کردار کو لازماً قومی مفاد کی برتری اور فوقیت کی عکاسی کرنا چاہیے اور اِس پر کوئی سمجھوتہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اِسی مرحلے سے ایمانداری، دیانتداری اور سپردگی کی صفات اور خوبیاں پھیلتی ہیں۔صرف وہی اقوام زندہ و پائندہ رہتی ہیں جن کے افراد اپنے قومی مفادات پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے ہیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیجیے۔

1۔ کسی نظریے کے ماخذ کیا ہوتے ہیں؟

2۔ کسی قوم کے لیے نظریہ کیوں اہم ہوتا ہے؟

3۔ اسلام میں جمہوریت کے اصول بیان کیجیے۔

4۔ نظریہ میں قومی کردار کا کیا مقام ہے؟

5۔ نظریہء پاکستان کے بارے میں قائداعظمؒ کے ارشادات کا جائزہ لیجیے۔

6۔ کیا نظریہء پاکستان کے بارے میں علامہ اقبالؒ کا کوئی بیان تھا؟

7۔ کسی نظریے میں کیا کیا چیز شامل ہے؟

(ب) خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے۔

(i) نظریہء پاکستان کی اساس۔۔۔۔۔۔۔۔پر ہے۔

(ii) اسلام سب سے زیادہ جمہوری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(iii) چیزوں کو اُن کے درست مقام پر ترتیب دینا۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہلاتا ہے۔

(iv) علامہ اقبالؒ نے ۔۔۔۔۔۔۔۔ کے مقام پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں اپنے صدارتی خطبے میں نظریہء پاکستان کے بارے میں بیان دیا۔

(v) قائداعظمؒ نے فرمایا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔دو مختلف معاشرتی نظام ہیں۔

(vi) ایمان کی بنیاد اللہ کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔پر ہے۔

(vii) اُخوت کے معنی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

(viii) کردار، عادات واطوار کا۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

(ix) اسلامی نظریہ کے ذرائع۔۔۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔۔ہیں۔